پیغامِ صلح

رقم فرمودہ

حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
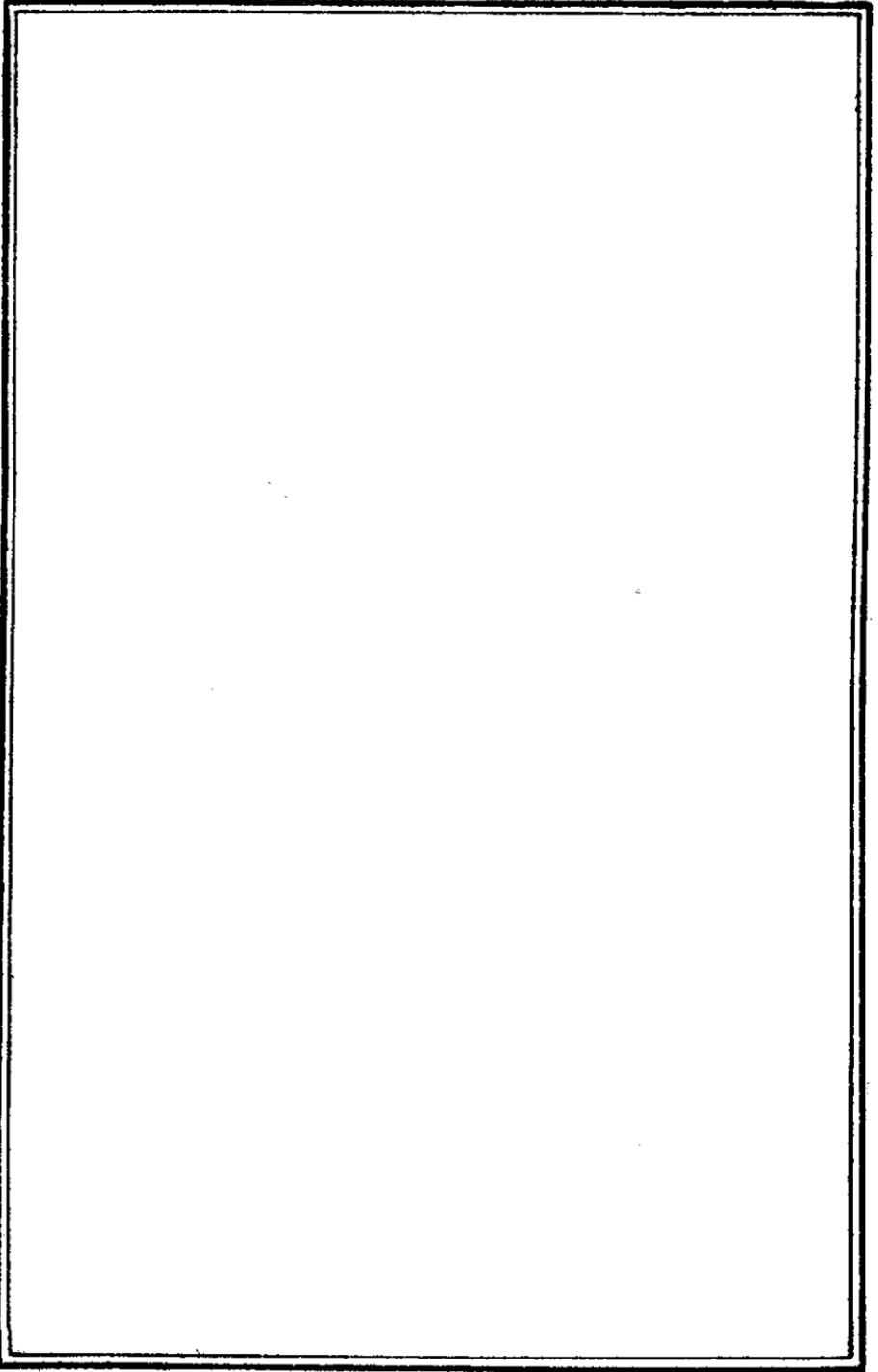
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

اے میرے قادر خدا۔ اے میرے پیارے رہنما۔ تو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق و صفا۔ اور ہمیں اُن راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بغض یا دنیا کی حرص و ہوا۔

اما بعد اے سامعین ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں۔ یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دُوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔ اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں۔ اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دُوسرے کے اعضا بن جائیں۔

صہ۲

اے ہموطنو!! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو۔ اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو جو انسانی طاقتیں اور قوتیں آریہ ورت کی قدیم قوموں کو دی گئی ہیں۔ وہی تمام قوتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اُس کا سُورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں۔

اور دوسری خدمات بھی بجا لاتے ہیں۔ اس کی پیدا کردہ عناصر یعنی ہوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اُس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ پس یہ اخلاق ربانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔

دوستو!! یقیناً سمجھو۔ کہ اگر ہم دونوں قوموں میں سے کوئی قوم خدا کے اخلاق کی عزت نہیں کرے گی اور اس کے پاک خلقوں کے برخلاف اپنا چال چلن بنائے گی تو وہ قوم جلد ہلاک ہو جائے گی۔ اور نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنی ذریت کو بھی تباہی میں ڈالے گی۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقا کے لئے ایک آب حیات ہے۔ اور انسانوں کی جسمانی اور روحانی زندگی اسی امر سے وابستہ ہے۔ کہ وہ خدا کے تمام مقدس اخلاق کی پیروی کرے جو سلامتی کا چشمہ ہیں۔ ؏۳

خدا نے قرآن شریف کو پہلے اسی آیت سے شروع کیا ہے۔ جو سورۃ فاتحہ میں ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی تمام کامل اور پاک صفات خدا سے خاص ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔ عالم کے لفظ میں تمام مختلف قومیں اور مختلف زمانے اور مختلف ملک داخل ہیں۔ اور اس آیت سے جو قرآن شریف شروع کیا گیا۔ یہ درحقیقت اُن قوموں کا رد ہے جو خدا تعالےٰ کی عام ربوبیت اور فیض کو اپنی ہی قوم تک محدود رکھتے ہیں اور دوسری قوموں کو ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا وہ خدا تعالےٰ کے بندے ہی نہیں۔ اور گویا خدا نے اُن کو پیدا کر کے پھر ردّی کی طرح پھینک دیا ہے۔ یا اُن کو بھول گیا ہے۔ اور یا (نعوذ باللہ) وہ اس کے پیدا کردہ ہی نہیں۔ جیسا کہ مثلاً یہودیوں اور عیسائیوں کا اب تک یہی خیال ہے کہ جس قدر خدا کے نبی اور رسول آئے ہیں۔ وہ صرف یہود کے خاندان سے آئے ہیں۔ اور خدا دوسری قوموں سے کچھ ایسا ناراض رہا ہے کہ اُن کو گمراہی اور غفلت میں ؏۴

دیکھ کر پھر بھی اُن کی کچھ پروا نہیں کی۔ جیسا کہ انجیل میں بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں صرف اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔ اس جگہ ہم ایک فرض محال کے طور پر کہتے ہیں کہ خدائی کا دعویٰ کرکے پھر ایسا تنگ خیالی کا کلمہ بڑے تعجب کی بات ہے کیا مسیح صرف اسرائیلیوں کا خدا تھا اور دوسری قوموں کا خدا نہ تھا جو ایسا کلمہ اُس کے منہ سے نکلا کہ مجھے دوسری قوموں کی اصلاح اور ہدایت سے کچھ غرض نہیں۔

غرض یہودیوں اور عیسائیوں کا یہی مذہب ہے کہ تمام نبی اور رسول انہیں کے خاندان سے آتے رہے ہیں اور انہیں کے خاندان میں خدا کی کتابیں اترتی رہی ہیں۔ اور پھر بموجب عقیدہ عیسائیوں کے وہ سلسلہ الہام اور وحی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوگیا اور خدا کے الہام پر مُہر لگ گئی۔

انہیں خیالات کے پابند آریہ صاحبان بھی پائے جاتے ہیں یعنی جیسے یہود اور عیسائی نبوت اور الہام کو اسرائیلی خاندان تک ہی محدود رکھتے ہیں اور دوسری تمام قوموں کو الہام پانے کے فخر سے جواب دے رہے ہیں۔ یہی عقیدہ نوع انسان کی بدقسمتی سے آریہ صاحبان نے بھی اختیار کر رکھا ہے یعنی وہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا کی وحی اور الہام کا سلسلہ آریہ ورت کی چار دیواری سے کبھی باہر نہیں گیا۔ ہمیشہ اسی ملک سے چار رشی منتخب کئے جاتے ہیں اور ہمیشہ وید ہی بار بار نازل ہوتا ہے اور ہمیشہ ویدک سنسکرت ہی اس الہام کے لئے خاص کی گئی ہے۔

غرض یہ دونوں قومیں خدا کو رب العالمین نہیں سمجھتیں ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جس حالت میں خدا ربّ العالمین کہلاتا ہے نہ صرف ربّ اسرائیلیاں یا صرف ربّ آریاں تو وہ ایک خاص قوم سے کیوں ایسا دائمی تعلق پیدا کرتا ہے جس میں صریح طور پر طرفداری اور پکشپات پائی جاتی ہے۔ پس ان عقائد کے ردّ کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو اسی آیت سے شروع کیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اور جابجا

ص۵

اُس نے قرآن شریف میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہتے ہیں۔ بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی مُلک کو فراموش نہیں کیا۔ اور قرآن شریف میں طرح طرح کی مثالوں میں بتلایا گیا ہے کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لئے اُن کے مناسب حال اُن کی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے۔ ایسا ہی اس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو رُوحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے:۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ[1] کہ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسُول نہیں بھیجا گیا۔

سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ ربّ العالمین ہے اور اس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں۔ اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص مُلک تک بلکہ وہ سب قوموں کا ربّ ہے اور تمام زمانوں کا ربّ ہے۔ اور تمام مکانوں کا رب ہے اور تمام ملکوں کا وہی ربّ ہے اور تمام فیوض کا وہی سرچشمہ ہے۔ اور ہر ایک جسمانی اور رُوحانی طاقت اسی سے ہے اور اسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں۔ اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے۔ اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا۔ مگر ہم پر نہ کیا۔ یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی۔ تا وہ اس سے ہدایت پاویں۔ مگر ہم کو نہ ملی۔ یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ پس اُس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا۔ اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے۔ کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا۔ اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھیرایا۔

صفحہ ۶

صفحہ ۷

[1] فاطر: ۲۵

پس جب کہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں۔ تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی اُنہیں اخلاق کی پیروی کریں لہذا اے ہم وطن بھائیو! یہ مختصر رسالہ جس کا نام ہے **پیغامِ صُلح** بادب تمام آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور بصدق دل دُعا کی جاتی ہے کہ وہ قادر خدا آپ صاحبوں کے دلوں میں خود الہام کرے۔ اور ہماری ہمدردی کا راز آپ کے دلوں پر کھول دے تا آپ اس دوستانہ تحفہ کو کسی خاص مطلب اور نفسانی غرض پر مبنی تصور نہ فرماویں۔ عزیزو!! آخرت کا معاملہ تو عام لوگوں پر اکثر مخفی رہتا ہے۔ اور اُنہیں پر عالم عُقبےٰ کا راز کھلتا ہے جو مرنے سے پہلے مرتے ہیں۔ مگر دنیا کی نیکی اور بدی کو ہر ایک دور اندیش عقل شناخت کر سکتی ہے۔

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دُور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقل مند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلا وطن کر دیں گے۔ بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے۔ اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا۔ اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور شیخت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغِ حقارت سے نہیں بچے گی۔ اور اگر کوئی اُن میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا۔ جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہٖ تعالےٰ تعلیم یافتہ بھی ہو گئے اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے اور بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقلمندی کے مناسب

حال ہے۔ دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے کہ جو عین گرمی اور تمازت آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے پس اس دشوار گذار راہ کے لئے باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے جو اس جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈی کردے اور نیز پیاس کے وقت مرنے سے بچاوے۔ صفحہ ۹

ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے جب کہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ دنیا پر طرح طرح کے ابتلا نازل ہو رہے ہیں۔ زلزلے آرہے ہیں۔ قحط پڑ رہا ہے اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور بُرے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت بلائیں آئیں گی۔ اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیری مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ سو اے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ۔ اور چاہیئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کر لیں اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے جو وہ صلح کی مانع ہو اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اسی قوم کی گردن پر ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر وقوع میں آسکتا ہے کہ صلح ہو جائے حالانکہ باہم مذہبی اختلاف صلح کے لئے ایک ایسا امر مانع ہے جو دن بدن دلوں میں پھوٹ ڈالتا جاتا ہے۔

میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ درحقیقت مذہبی اختلاف صرف اس اختلاف کا نام ہے جس کی دونوں طرف عقل اور انصاف اور اُمور مشہودہ پر بناء ہو۔ ورنہ انسان کو اسی بات کے لئے تو عقل دی گئی ہے کہ وہ ایسا پہلو اختیار کرے جو عقل اور انصاف سے بعید نہ ہو۔ اور امور محسوسہ مشہودہ کے مخالف نہ ہو۔ اور چھوٹے چھوٹے اختلاف صلح کے مانع نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہی اختلاف صلح کا مانع ہوگا جس میں کسی کے مقبول پیغمبر اور مقبول الہامی کتاب پر توہین اور تکذیب کے ساتھ حملہ کیا جائے۔ صفحہ ۱۰

ماسوا اس کے صلح پسندوں کے لئے یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔ مثلاً اگرچہ نوخیز مذہب آریہ سماج کا یہ اصول رکھتا ہے کہ ویدوں کے بعد الہام الٰہی پر مُہر لگ گئی ہے مگر جو ہندو مذہب میں وقتاً فوقتاً اوتار پیدا ہوتے رہے ہیں جن کے تابع کروڑہا لوگ اسی ملک میں پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے اس مہر کو اپنے دعوئ الہام سے توڑ دیا ہے جیسا کہ ایک بزرگ اوتار جو اس ملک اور نیز بنگالہ میں بڑی بزرگی اور عظمت کے ساتھ مانے جاتے ہیں جن کا نام **سری کرشن** ہے۔ وہ اپنے **ملہم** ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور ان کے پَیرو نہ صرف اُن کو ملہم بلکہ پرمیشر کر کے مانتے ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا تھا۔ صفحہ ۱۱

ایسا ہی اس آخری زمانہ میں ہندو صاحبوں کی قوم میں سے **بابا نانک** صاحب ہیں جن کی بزرگی کی شہرت اس تمام ملک میں زبان زد عام ہے اور جن کی پیروی کرنے والی اس ملک میں وہ قوم ہے جو سکھ کہلاتے ہیں جو بیس لاکھ سے کم نہیں ہیں۔ باوا صاحب اپنی جنم ساکھیوں اور گرنتھ میں کھلے کھلے طور پر الہام کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک جگہ وہ اپنی ایک جنم ساکھی میں لکھتے ہیں کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ دین اسلام سچا ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے حج بھی کیا۔ اور تمام اسلامی عقاید کی پابندی اختیار کی۔ اور بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ اُن سے کرامات اور نشان بھی صادر ہوئے ہیں اور اس بات میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ باوا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عزّوجلّ اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے۔ وہ ہندوؤں میں صرف اس بات کی گواہی دینے کے لئے پیدا ہوا تھا کہ اسلام خدا کی طرف سے ہے جو شخص اس کے وہ تبرکات دیکھے جو ڈیرہ نانک میں موجود ہیں۔ جن میں بڑے زور سے صفحہ ۱۲

اُس نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دی ہے۔ اور پھر وہ تبرکات دیکھے جو بمقام گروہر سہائے ضلع فیروزپور میں موجود ہیں۔ جن میں ایک قرآن شریف بھی ہے تو کس کو اس بات میں شک ہو سکتا ہے کہ باوا نانک صاحب نے اپنے پاک دل اور پاک فطرت اور اپنے پاک مجاہدہ سے اس راز کو معلوم کر لیا تھا جو ظاہری پنڈتوں پر پوشیدہ رہا۔ اور انہوں نے الہام کا دعوےٰ کر کے اور خدا کی طرف سے نشان اور کرامات دکھلا کر اس عقیدہ کا خوب کھنڈن اور رد کر دیا جو کہا جاتا ہے کہ وید کے بعد کوئی الہام نہیں اور نہ نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ بلاشبہ باوا نانک صاحب کا وجود ہندوؤں کے لئے خدا کی طرف سے ایک رحمت تھی۔ اور یوں سمجھو کہ وہ ہندو مذہب کا آخری اوتار تھا جس نے اس نفرت کو دور کرنا چاہا تھا جو اسلام کی نسبت ہندوؤں کے دلوں میں تھی۔ لیکن اس ملک کی یہ بھی بدقسمتی ہے کہ ہندو مذہب نے باوا نانک صاحب کی تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ پنڈتوں نے ان کو دکھ دیا کہ کیوں وہ اسلام کی تعریف جابجا کرتا ہے۔ وہ ہندو مذہب اور اسلام میں صلح کرانے آیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس کی تعلیم پر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اگر اس کے وجود اور اس کی پاک تعلیموں سے کچھ فائدہ اٹھایا جاتا تو آج ہندو اور مسلمان سب ایک ہوتے۔ ہائے افسوس ہمیں اس تصور سے رونا آتا ہے کہ ایسا نیک آدمی دنیا میں آیا اور گذر بھی گیا۔ مگر نادان لوگوں نے اُس کے نُور سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی۔

بہرحال وہ اس بات کو ثابت کر گیا۔ کہ خدا کی وحی اور اس کا الہام کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ اور خدا کے نشان اس کے برگزیدوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس بات کی گواہی دے گیا کہ اسلام کی دشمنی نُور کی دشمنی ہے۔

ایسا ہی میں بھی اس بات میں صاحب تجربہ ہوں کہ خُدا کی وحی اور خدا کا الہام ہرگز اس زمانہ سے منقطع نہیں کیا گیا۔ بلکہ جیسا خدا پہلے بولتا تھا اب بھی بولتا ہے اور جیسا

ص۱۳

کہ پہلے سنتا تھا۔ اب بھی سنتا ہے۔ یہ نہیں کہ اب وہ صفات قدیمہ اُس کی معطل ہو گئی ہیں۔ میں تخمیناً تیس[30] برس سے خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور میرے ہاتھ پر اُس نے اپنے صدہا نشان دکھائے ہیں۔ جو ہزارہا گواہوں کے مشاہدہ میں آ چکے ہیں۔ اور کتابوں اور اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور کوئی ایسی قوم نہیں جو کسی نہ کسی نشان کی گواہ نہ ہو۔

صہ ۱۴ اب باوجود اس قدر متواتر شہادتوں کے یہ تعلیم آریہ سماج کی جو خوانخواہ ویدوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے کیونکر قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تمام سلسلہ خدا کے کلام اور الہام کا ویدوں پر ختم ہو چکا ہے اور پھر بعد اس کے صرف قصوں پر مدار ہے اور اسی اپنے عقیدہ کو ہاتھ میں لے کر وہ لوگ کہتے ہیں کہ ویدوں کے سوا جس قدر دنیا میں کلام الٰہی کے نام پر کتابیں موجود ہیں وہ سب نعوذ باللہ انسانوں کے افترا ہیں حالانکہ وہ کتابیں وید سے بہت زیادہ اپنی سچائی کا ثبوت پیش کرتی ہیں اور خدا کی نصرت اور مدد کا ہاتھ اُن کے ساتھ ہے اور خدا کے فوق العادت نشان اُن کی سچائی پر گواہی دیتے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ وید تو خدا کا کلام — مگر وہ کتابیں خدا کا کلام نہیں؟ اور چونکہ خدا کی ذات عمیق در عمیق اور نہاں در نہاں ہے۔ اس لئے عقل بھی اس بات کو چاہتی ہے کہ وہ اپنے وجود کے ثابت کرنے کے لئے صرف ایک کتاب پر کفایت نہ کرے بلکہ مختلف ملکوں میں سے نبی منتخب کر کے اپنا کلام اور الہام اُن کو عطا کرے تا انسان ضعیف البنیان جو جلد تر شبہات میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ دولتِ قبول سے محروم نہ رہے۔

اور اس بات کو عقل سلیم ہرگز قبول کرنے کے لئے طیار نہیں ہے کہ وہ خدا جو تمام صہ ۱۵ دُنیا کا خدا ہے جو اپنے آفتاب سے مشرق اور مغرب کو روشن کرتا ہے اور اپنے مینہ سے ہر ایک ملک کو ہر ایک ضرورت کے وقت سیراب فرماتا ہے وہ نعوذ باللہ رُوحانی تربیت میں ایسا تنگ دل اور بخیل ہے کہ ہمیشہ کے لئے ایک ہی مُلک اور ایک ہی قوم

اور ایک ہی زبان اُس کو پسند آگئی ہے اور میں سمجھ نہیں سکتا کہ یہ کس قسم کی منطق اور کس نوع کا فلسفہ ہے کہ پرمیشر ہر ایک آدمی کی دُعا اور پرارتھنا کو اس کی زبان میں سمجھ تو سکتا ہے اور نفرت نہیں کرتا مگر اس بات سے سخت نفرت کرتا ہے کہ بجز ویدک سنسکرت کے کسی اور زبان میں دلوں پر الہام کرے۔ یہ فلاسفی یا وید ودیا اس سربستہ معمّا کی طرح ہے جواب تک کوئی انسان اس کو حل نہیں کر سکا۔

میں وید کو اس بات سے منزّہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس نے کبھی اپنے کسی صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو کہ جو نہ صرف خلاف عقل ہو بلکہ پرمیشر کی پاک ذات پر بخل اور پکش پات کا داغ لگاتی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی الہامی کتاب پر ایک زمانہ دراز گذر جاتا ہے تو اُس کے پَیرو کچھ تو بباعث نادانی کے اور کچھ بباعث اغراض نفسانی کے سہواً یا عمداً اس کتاب پر اپنی طرف سے حاشیے چڑھا دیتے ہیں۔ اور چونکہ حاشیہ چڑھانے والے متفرق خیالات کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے ایک مذہب سے صدہا مذہب پیدا ہو جاتے ہیں۔

صد۱۶ اوؔر یہ عجیب بات ہے کہ جس طرح آریہ صاحبان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمیشہ آریہ خاندانوں اور آریہ ورت تک ہی الہام الٰہی کا سلسلہ محدود رہا ہے اور ہمیشہ ویدک سنسکرت ہی الہام الٰہی کے لئے خاص رہی ہے اور وہ پرمیشر کی زبان ہے۔ یہی یہود کا خیال اپنے خاندان اور اپنی کتابوں کی نسبت ہے اُن کے نزدیک بھی خدا کی اصلی زبان عبرانی ہے اور ہمیشہ خدا کے الہام کا سلسلہ بنی اسرائیل اور انہیں کے ملک تک محدود رہا ہے اور جو شخص اُن کے خاندان اور اُن کی زبان سے الگ ہونے کی حالت میں نبی ہونے کا دعویٰ کرے اُس کو وہ نعوذ باللہ جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

پس کیا یہ توارد تعجب انگیز نہیں ہے کہ ان دونوں قوموں نے اپنے اپنے بیان میں **ایک ہی خیال** پر قدم مارا ہے۔ اسی طرح دنیا میں اور بھی کئی فرقے ہیں جو اسی خیال

کے پابند ہیں جیسے پارسی۔ جو اپنے مذہب کی بنیاد دید سے کئی ارب سال پہلے بتلاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال (کہ ہمیشہ کے لئے اپنے ملک اور اپنے خاندان اور اپنی کتابوں کی زبان کو ہی خدا کی وحی اور الہام سے مخصوص کیا گیا ہے) محض تعصب اور کمی معلومات سے پیدا ہوا ہے۔ چونکہ پہلے زمانے دُنیا پر ایسے گذرے ہیں کہ ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے اور ایک ملک دوسرے ممالک کے وجود سے بکلی بے خبر تھی پس ایسی غلطی سے ہر ایک قوم کو جو خدا کی طرف سے کوئی کتاب ملی۔ یا کوئی خدا کا رسُول اور نبی اس قوم میں آیا تو اس قوم نے یہی خیال کر لیا کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ہدایت ہونی چاہیئے تھی وہ یہی ہے اور خدا کی کتاب صرف انہیں کے خاندان اور انہی کے ملک کو دی گئی ہے اور باقی تمام اس سے بے نصیب پڑی ہے۔

ص۱۷

اس خیال نے دنیا کو بہت نقصان پہنچایا۔ اور دراصل باہمی کینوں اور بغضوں کا بیج جو قوموں میں بڑھتی گئی یہی خیال تھا۔ ایک مدت تک تو ایک قوم دوسری قوم سے پردہ میں رہی اور ایک ملک دوسرے ملک سے مخفی اور مستور رہا۔ یہاں تک کہ آریہ ورت کے فاضلوں کا یہ خیال تھا کہ کوہ ہمالیہ کے پرے کوئی آبادی نہیں۔

پھر جب کہ خدا نے درمیان سے پردہ اٹھا لیا اور زمین کی آبادی کے متعلق کسی قدر لوگوں کے معلومات وسیع ہو گئے تو وہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ وہ تمام غلط خصوصیتیں جو الہامی کتابوں اور اپنے رشیوں اور رسولوں کی نسبت لوگوں نے اپنے ہی دلوں سے تراش کر اپنے عقائد میں داخل کر لی تھیں۔ وہ ان کے دلوں میں خوب راسخ اور پتھر کے نقش کی طرح ہو گئیں اور ہر ایک قوم یہی خیال کرتی تھی کہ خدا کا صدر مقام ہمیشہ انہیں کے مُلک میں رہا ہے اور چونکہ اُن دنوں میں اکثر قوموں پر وحشیانہ خصلتیں غالب تھیں۔ اور ایک ادنیٰ رسم کے مخالفت کو تلوار کے ساتھ جواب دیا جاتا تھا۔ اس لئے کسی کی مجال تھی کہ ہر ایک قوم کی خود ستائی کے جوشوں کو ٹھنڈا کر کے اُن کے درمیان صلح کراتا گو تم بُدھ نے اس صلح کا ارادہ کیا

ص۱۸

تھا۔ اور وہ اس بات کا قائل نہ تھا۔ کہ جو کچھ ہے وید ہے آگے کچھ نہیں۔ اور نہ وہ قوم اور ملک اور خاندان کی خصوصیت کا اقراری تھا یعنی یہ مذہب اس کا نہیں تھا کہ گویا وید پر ہی سب کچھ حصر ہے اور یہی زبان اور یہی ملک اور یہی برہمن پرمیشر کے الہام کے لئے ہمیشہ کے لئے اس کی عدالت میں رجسٹرڈ ہو چکی ہیں۔ لہٰذا اُس نے اس اختلاف سے بڑا دکھ اٹھایا اور اس کا نام ایک دہریہ اور ناستک مت والا رکھا گیا۔ جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے تمام محقق جو حضرت عیسےٰؑ کی خدائی کو منظور نہیں کرتے۔ اور اُن کے دل اس بات کو نہیں مانتے کہ خدا کو بھی سُولی دے سکتے ہیں۔ وہ تمام لوگ حضرات پادری صاحبوں کے خیال میں دہریہ ہیں۔

سو اسی قسم کا بُدھ بھی دہریہ ٹھیرایا گیا۔ اور جیسا کہ شریر مخالفوں کا دستور ہے عام لوگوں کو نفرت دلانے کی بہت سی تہمتیں اس پر لگائی گئیں۔ آخر انجام یہ ہوا کہ بدھ آریہ ورت سے جو اس کی زاد و بوم اور وطن تھا نکالا گیا اور اب تک ہندو لوگ بدھ مذہب اور اس کی کامیابی کو بڑی نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر حسب قول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کہ **نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔** دوسرے ملک کی طرف بدھ نے ہجرت کر کے بڑی کامیابی حاصل کی جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ تیسرا حصہ دنیا کا بدھ مذہب سے پُر ہے اور کثرت پیرؤں کے لحاظ سے اس کا اصل مرکز چین اور جاپان ہے۔ اگرچہ وہ جنوبی رُوس اور امریکہ تک پھیل گیا ہے۔

ص ۱۹

اب پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ جن زمانوں میں ایک مذہب دوسرے مذہب سے بے خبر تھا۔ اس بے خبری کے عالم میں یہ ایک لازمی امر تھا کہ ہر یک قوم اپنے مذہب اور اپنی کتاب پر ہی حصر رکھتی مگر اس حصر کا آخر کار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب ایک ملک دوسرے ملک کے وجود سے اطلاع پا گیا۔ اور ممالک مختلفہ کے لوگ ایک دوسرے کے مذہب سے مطلع ہو گئے۔ تب اُن کے لئے یہ مشکل پڑی کہ ایک ملک کا مذہب دوسرے

ملک کے مذہب کی تصدیق کرسکے۔ کیونکہ ہر ایک مذہب کے لئے جو شاعرانہ طور پر مبالغہ کرکے خصوصیتیں اور فضیلتیں مقرر ہو چکی تھیں اُن کا دُور کرنا کچھ سہل کام نہ تھا۔ اس لئے ہر ایک اہل مذہب نے دوسرے مذہب کی تکذیب پر کمر بستہ کی۔ ژند واستا کے مذہب نے باہجمہ من دیگرے نیست کا جھنڈا کر دیا۔ اور سلسلۂ پیغمبری کو اپنے خاندان تک ہی محدود رکھا اور اپنے مذہب کی اتنی لمبی تاریخ بتلائی کہ وید کی تاریخ بتلانے والے اُن کے سامنے شرمندہ ہیں۔

ص۲۰

ادھر عبرانیوں کے مذہب نے حد ہی کر دی کہ ہمیشہ کے لئے خدا کا تخت گاہ ملک شام ہی قرار دیا گیا اور ہمیشہ انہیں کے خاندان کے برگزیدہ لوگ اس لائق قرار پائے کہ وہ ملک کی اصلاح کے لئے بھیجے جائیں مگر حکماً وہ اصلاح بنی اسرائیل تک ہی محدود رہی۔ اور انہیں کے خاندان پر الہام اور خدا کی وحی کی مہر لگ گئی اور جو دوسرا اٹھے وہ کاذب کہلاوے۔

ایسا ہی آریہ ورت میں بھی بعینہٖ یہی خیالات شائع ہو گئے جو اسرائیلیوں میں شائع ہوئے اور اُن کے عقیدہ کی رُو سے پرمیشر صرف آریہ ورت کا ہی راجہ ہے اور راجہ بھی ایسا جس کو دوسرے ملکوں کی خبر ہی نہیں اور بغیر کسی دلیل کے یہ مانا جاتا ہے کہ جب سے پرمیشر ہے اس کو آریہ ورت کی ہی آب و ہوا پسند آگئی ہے۔ وہ ہرگز چاہتا نہیں کہ دوسرے ملکوں میں بھی کبھی دورہ کرے اور کبھی ان بیچاروں کی خبر بھی لے جن کو وہ پیدا کر کے بھول گیا۔

دوستو! برائے خدا یہ سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ عقائد ایسے ہیں جن کو انسانی فطرت قبول کر سکتی ہے یا کوئی کانشنس ان کو اپنے اندر جگہ دے سکتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس قسم کی عقلمندی ہے کہ ایک طرف خدا کو تمام دنیا کا خدا ماننا اور پھر اسی منہ سے یہ بھی کہنا کہ وہ تمام دنیا کی ربوبیت کرنے سے دستکش ہے۔ اور صرف ایک خاص قوم اور ایک خاص ملک پر اس کی نظر رحم ہے۔ عقلمندو!! خود انصاف کرو کہ کیا خدا کے جسمانی قانون قدرت میں اس کی کوئی شہادت ملتی ہے۔ پھر اس کا رُوحانی قانون کیوں ایسی طرفداری پر مبنی ہے۔

اور اگر عقل سے کام لیا جائے تو ہر ایک کام کی بھلائی یا برائی اس کے نتیجہ سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ پس مجھے اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ خدا کے ان بزرگ نبیوں کی ہتک اور ان کو گالیاں دینا جن کی غلامی اور اطاعت کے حلقہ میں ہر طبقہ کے کروڑہا انسان داخل ہیں اس کا نتیجہ کیسا ہے۔ اور انجام کار اس کا پھل کیا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسی قوم نہیں کہ جو ایسے نتیجہ کو کچھ نہ کچھ دیکھ نہ چکی ہو۔

اے عزیزو!! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور اُن کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دُنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عُرفی میں مشغول ہیں۔ اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سُن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ خاص کر مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتی مگر آنجناب کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ تر جانتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے پس ایک سچے مسلمان سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ اُن کے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے۔

اور ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے۔ بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے لئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں اُن کی محبت اور عظمت جاگزیں ہو گئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل اُن کی سچائی

ص ۲۲

کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب اُن کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔ صـ۲۳

اسی بناء پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اُس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقے کو خداپرست نہیں بناسکی اور نہ بناسکتی تھی۔ اور جو لوگ اس ملک میں بُت پرست یا آتش پرست یا آفتاب پرست یا گنگا کی پوجا کرنے والے یا ہزارہا دیوتاؤں کے پجاری یا جین مت یا شاکت مت والے پائے جاتے ہیں۔ وہ تمام لوگ اپنے مذاہب کو وید ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور وید ایک ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اُسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکالتے ہیں۔ تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔ انسان کے افترا میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر ایک دائمی سلسلہ قائم کردے اور اگرچہ ہم نے وید میں پتھر کی پرستش کا ذکر تو کہیں نہ پڑھا لیکن بلاشبہ اگنی وایو اور جل اور چاند اور سورج وغیرہ کی پرستش سے وید بھرا ہوا ہے۔ اور کسی شرتی میں ان چیزوں کی پرستش کے لئے ممانعت نہیں۔ اب اس کا کون فیصلہ کرے کہ دوسرے تمام قدیم فرقے ہندوؤں کے جھوٹے ہیں اور صرف نیا فرقہ آریوں کا سچا اور جو لوگ وید کے حوالہ سے ان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں اُن کے ہاتھ میں یہ دلیل پختہ ہے کہ ان چیزوں کی پرستش کا وید میں صریح ذکر ہے اور ممانعت کہیں بھی نہیں اور یہ کہنا کہ یہ سب پرمیشر کے نام ہیں۔ ہنوز یہ ایک دعوٰے ہے کہ جو ابھی صفائی سے طے نہیں ہوا۔ اور اگر طے ہوجاتا تو کچھ وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ بڑے بڑے پنڈت بنارس اور دوسرے شہروں کے آریوں کے عقیدوں کو قبول نہ کرتے باوجود تیس پینتیس برس کی کوششوں کے بہت ہی کم ہندوؤں نے آریہ مذہب اختیار کیا ہے اور بمقابلہ سناتن دھرم اور دوسرے ہندو صـ۲۴

فرقوں کے آریہ مذہب والے اس قدر تھوڑے ہیں کہ گویا کچھ بھی نہیں۔ اور نہ اُن کا دوسرے ہندو فرقوں پر کوئی وسیع اثر ہے۔ ایسا ہی جو نیوگ کی تعلیم وید کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ یہ بھی وہ امر ہے جو انسانی غیرت اور شرافت اُس کو قبول نہیں کرتی لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ہم قبول نہیں کر سکتے کہ درحقیقت یہ وید ہی کی تعلیم ہے بلکہ ہماری نیک نیتی بڑے زور سے ہمیں اس بات کی طرف مائل کرتی ہے کہ ایسی تعلیمیں کسی نفسانی غرض سے بعد میں وید کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اور چونکہ وید پر ہزارہا برس گذر گئے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ مختلف زمانوں میں بعض وید کے بھاشکاروں نے کمی قسم کی کمی بیشی کی ہو گی پس ہمارے لئے وید کی سچائی کی یہ ہی ایک دلیل کافی ہے کہ آریہ ورت کے کئی کروڑ آدمی ہزارہا برسوں سے اس کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور ممکن نہیں کہ یہ عزت کسی ایسے کلام کو دی جائے جو کسی مفتری کا کلام ہے۔

ص ۲۵

اور پھر جب کہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں تو پھر قرآن شریف جو اوّل سے آخر تک توحید سے بھرا ہوا ہے اور کسی جگہ اس میں سُورج اور چاند وغیرہ کی پرستش کی تعلیم نہیں کی بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا ہے۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ[1] یعنی نہ سُورج کی پرستش کرو اور نہ چاند کی اور نہ کسی اور مخلوق کی۔ اور اس کی پرستش کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ علاوہ اس کے قرآن شریف خُدا کے قدیم نشانوں اور تازہ نشانوں کی گواہی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور خدا کا وجود دکھلانے کے لئے ایک آئینہ ہے۔ کیوں وحشیانہ طور سے اس پر حملے کئے جائیں۔ اور کیوں وہ معاملہ ہم سے نہیں کیا جاتا جو ہم آریہ صاحبوں سے کرتے ہیں اور کیوں دشمنی اور عداوت کا تخم ملک میں بویا جاتا ہے۔ کیا امید کی جاتی ہے کہ اس کا نتیجہ اچھا ہو گا۔ کیا یہ نیک معاملہ ہے کہ ایک شخص جو پھول دیتا ہے اس پر پتھر پھینکا جائے اور جو دودھ پیش کرتا ہے اس پر پیشاب گرایا جائے۔

[1] حٰمٓ سجدة: ۳۸

اگر اس قسم کی صلح تام کے لئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان طیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اُس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رَو کی خدمت میں پیش کریں گے۔

یاد رہے کہ ہماری احمدی جماعت اب چار لاکھ سے کچھ کم نہیں ہے۔ اس لئے ایسے بڑے کام کے لئے تین لاکھ روپیہ چندہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اور جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں دراصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں۔ کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں ہیں جو اُن کے نزدیک واجب الاطاعت ہے۔ اس لئے مَیں اُن کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ابھی تو وہ لوگ مجھے بھی کافر اور دجّال قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں اُمید رکھتا ہوں کہ جب ہندو صاحبان میرے ساتھ ایسا معاہدہ کر لیں گے۔ تو یہ لوگ بھی ہرگز ایسی بیجا حرکت کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ کہ ایسی مہذّب قوم کی کتاب اور رشیوں کو بُرے الفاظ سے یاد کر کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دلائیں۔ ایسی گالیاں تو درحقیقت انہیں لوگوں کی طرف سے منسوب کی جائیں گی جو اس حرکت کے

مرتکب ہوں گے۔ اور چونکہ ایسی حرکت حیا اور شرافت کے برخلاف ہے۔ اس لئے مَیں اُمید نہیں رکھتا۔ کہ اس معاہدہ کے بعد وُہ لوگ اپنی زبان کھولیں۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ معاہدہ کی تحریر کو پختہ کرنے کے لئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھ دار لوگوں کے اس پر دستخط ہوں ✧

پیارو!! صلح جیسی کوئی بھی چیز نہیں۔ آؤ ہم اِس معاہدہ کے ذریعہ سے ایک ہو جائیں۔ اور ایک قوم بن جائیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے۔ اور ملک کو کس قدر نقصان پہنچتا ہے۔ آؤ اب یہ بھی آزما لو۔ کہ باہمی تصدیق کی کس قدر برکات ہیں۔ بہترین طریق صلح کا یہی ہے۔ ورنہ کسی دُوسرے پہلو سے صلح کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چمکتا ہوُا نظر آتا ہے۔ اسی حالت میں چھوڑ دیں۔ اور اس کی ظاہری چمک پر خوش ہو جائیں۔ حالانکہ اس کے اندر سڑی ہُوئی اور بدبُودار پیپ موجود ہے ✧

مجھے اِس جگہ ان باتوں کا ذکر کرنے سے کچھ غرض نہیں کہ وُہ نفاق اور فساد جو ہندو اور مُسلمانوں میں آج کل بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے وجوہ صرف مذہبی اختلافات تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ دُوسری اغراض اس کی وجوہ ہیں جو دُنیا کی خواہشوں اور معاملات سے متعلق ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کی ابتدا سے یہ خواہش ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے معاملات میں ان کا دخل ہو۔ یا کم سے کم یہ کہ ملک داری کے معاملات میں ان کی رائے لی جائے اور گورنمنٹ ان کی ہر یک شکایت کو توجہ سے سنے۔ اور بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح ان کو بھی ملا کریں۔ مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی۔ کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے۔ اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں۔ اور یہ سوچا۔ کہ ان تمام کوششوں کا اگر کچھ فائدہ ہے۔ تو وُہ ہندوؤں کے لئے ہے نہ کہ مُسلمانوں کے لئے۔ اس لئے نہ صرف شراکت سے دستکش رہے۔ بلکہ مخالفت کرکے ہندوؤں کی کوشش کے

صفحہ ۲۸

سدِ راہ ہوئے جس سے رنجش بڑھ گئی ۔
مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ ان وجوہ سے بھی اصل عداوت پر حاشیئے چڑھ گئے ہیں۔ مگر مَیں ہرگز تسلیم نہیں کروں گا۔ کہ اصل وجوہ یہی ہیں۔ اور مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی تنازعات نہیں ہیں۔ اصل تنازعات پولیٹیکل ہیں ۔
یہ بات ہر یک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اور کیوں آج تک اُن کی کانگرس کی شمولیّت سے انکار کرتے رہے ہیں۔ اور کیوں آخر کار ہندوؤں کی درستی رائے محسوس کرکے اُن کے قدم پر قدم رکھا۔ مگر الگ ہو کر اور اُن کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی۔ مگر اُن کی شراکت کو قبول نہ کیا ۔
صاحبو! اِس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اگر آج وُہی ہندو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر مسلمانوں سے آکر بغلگیر ہو جائیں۔ یا مسلمان ہی ہندو بنکر اگنی وایو وغیرہ کی پرستش وید کے حکم کے موافق شروع کر دیں۔ اور اسلام کو الوداع کہہ دیں۔ تو جن تنازعات کا نام اب پولیٹیکل رکھتے ہیں۔ وہ ایک دم میں ایسے معدوم ہو جائیں۔ کہ گویا کبھی نہ تھے ۔
ص۲۹ پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام بُغضوں اور کینوں کی جڑھ دراصل اختلاف مذہب ہے۔ یہی اختلافِ مذہب قدیم سے جب انتہا تک پہنچتا رہا ہے۔ تو خُون کی ندیاں بہاتا رہا ہے۔ اے مسلمانوں جب کہ ہندو صاحبان تمہیں بوجہ اختلافِ مذہب کے ایک غیر قوم جانتے ہیں۔ اور تم بھی اِس وجہ سے اُن کو ایک غیر قوم خیال کرتے ہو۔ پس جب تک اِس سبب کا ازالہ نہ ہوگا۔ کیوں کر تم میں اور اُن میں سچّی صفائی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر باہم چند روز کے لئے میل جول بھی ہو جائے۔

مگر وہ دلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہیئے۔ صرف اُسی حالت میں پیدا ہوگی۔ جبکہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کرلو گے۔ اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دُور کرکے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی تصدیق کرلیں گے۔ یاد رکھو۔ اور خُوب یاد رکھو۔ کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچّی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول اور یہی ایک ایسا پانی ہے۔ جو کدورتوں کو دھو دے گا۔ اور اگر وُہ دن آگئے ہیں۔ کہ یہ دونوں بچھڑی ہُوئی قومیں باہم مل جائیں۔ تو خُدا اُن کے دِلوں کو بھی اس بات کے لئے کھول دے گا۔ جس کے لئے ہمارا دِل کھول دیا ہے ؎

مگر اس کے ساتھ ضرور ہو گا۔ کہ ہندو صاحبان کے ساتھ سچّی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ اور سلوک اور مُروّت اپنی عادت کرو۔ اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو۔ جن سے اُن کو دُکھ پہنچے۔ مگر وُہ کام ہمارے مذہب میں نہ واجبات سے ہوں اور نہ فرائض مذہب سے ہے۔ پس اگر ہندو صاحبان اپنے صدق دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچّا نبی مان لیں۔ اور ان پر ایمان لاویں۔ تو یہ تفرقہ جو گائے کیوجہ سے ہے۔ اس کو بھی درمیان سے اُٹھا دیا جائے۔ جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں۔ ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال بھی کریں۔ بہتیری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں۔ مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں۔ ان سے سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کی وصایا میں سے ایک وصیّت ہے۔ خدا کو واحد لاشریک جاننا۔ پس ایک ضروری اور مفید کام کے لئے غیر ضروری کو ترک کرنا خدا کی شریعت کے مخالف نہیں۔ حلال جاننا اور چیز ہے اور استعمال کرنا اور چیز۔ دین یہ ہے کہ خدا کی منہیات سے پرہیز کرنا اور اس کی رضامندی کی راہوں کیطرف دوڑنا اور اس کی تمام مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا اور

صفحہ ۳۱

دنیا کے تمام مقدّس نبیوں اور رسولوں کو اپنے اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور مصلح ماننا اور اُن میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ اور ہر یک نوع انسان سے خدمت کے ساتھ پیش آنا۔ ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔ مگر جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں۔ ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے۔ ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے ۔

مَیں اس وقت کسی خاص قوم کو بے وجہ ملامت کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ کسی کا دل دُکھانا چاہتا ہوں۔ بلکہ نہایت افسوس سے آہ کھینچ کر مجھے یہ کہنا پڑا ہے۔ کہ اِسلام وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا۔ جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا۔ اور قرآن وہ قابلِ تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔ اور تمام دُنیا میں یہ فخر خاص قرآن شریف کو حاصل ہے۔ جس نے دُنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی۔ کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ[1] یعنی تم اے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دُنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان میں یہ تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو رَدّ کر دیں۔ اگر ایسی صلحکار کوئی اور الہامی کتاب ہے۔ تو اس کا نام لو۔ قرآن شریف نے خدا کی عامہ رحمت کو کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ اسرائیلی خاندان کے جتنے نبی تھے۔ کیا یعقوبؑ اور کیا اسحٰقؑ اور کیا موسٰیؑ اور کیا داؤدؑ اور کیا عیسٰیؑ سب کی نبوّت کو

صہ ۳۱

[1] آل عمران : ۸۵

مان لیا۔ اور ہر ایک قوم کے نبی خواہ ہند میں گذرے ہیں۔ اور خواہ فارس میں۔ کسی کو مکّار اور کذّاب نہیں کہا۔ بلکہ صاف طور پر کہہ دیا۔ کہ ہر ایک قوم اور بستی میں نبی گذرے ہیں۔ اور تمام قوموں کے لئے صلح کی بنیاد ڈالی۔ مگر افسوس کہ اس صلح کے نبی کو ہر یک قوم گالی دیتی ہے۔ اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے ٭

اے ہموطن پیارو! مَیں نے یہ بیان آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں کیا۔ کہ مَیں آپ کو دُکھ دُوں یا آپ کی دِل شکنی کروں۔ بلکہ مَیں نہایت نیک نیّتی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہُوں کہ جن قوموں نے یہ عادت اختیار کر رکھی ہے۔ اور یہ ناجائز طریق اپنے مذہب میں اختیار کر لیا ہے۔ کہ دُوسری قوموں کے نبیوں کو بدگوئی اور دُشنام دہی کے ساتھ یاد کریں۔ وُہ نہ صرف بیجا مداخلت سے جس کے ساتھ اُن کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ خدا کے گنہگار ہیں۔ بلکہ وُہ اس گنہ کے بھی مُرتکب ہیں۔ کہ بنی نوع میں نفاق اور دشمنی کا بیج بوتے ہیں۔ آپ دل تھام کر اِس بات کا مجھے جواب دیں کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے یا اُس کی ماں پر کوئی تہمت لگا دے۔ تو کیا وُہ اپنے باپ کی عزّت پر آپ حملہ نہیں کرتا۔ اور اگر وُہ شخص جس کو ایسی گالی دی گئی ہے۔ جواب میں اسی طرح گالی سُنا دے۔ تو کیا یہ کہنا بے محل ہو گا۔ کہ بالمقابل گالی دیئے جانے کا دراصل وُہی شخص موجب ہے جس نے گالی دینے میں سبقت کی۔ اور اس صورت میں وُہ اپنے باپ اور ماں کی عزّت کا خود دشمن ہوگا ٭

۳۶۲

خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اس قدر ہمیں طریق ادب اور اخلاق کا سبق سکھلایا ہے کہ وُہ فرماتا ہے کہ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ[1] (سُورۃ الانعام الجزو ۷) یعنی تم مشرکوں کے بُتوں کو بھی گالی مت دو۔ کہ وہ پھر تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے۔ کیوں کہ وُہ

[1] الانعام : ۱۰۹

اس خدا کو جانتے نہیں۔ اب دیکھو کہ باوجودیکہ خدا کی تعلیم کی رُو سے بُت کچھ چیز نہیں ہیں۔ مگر پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے۔ کہ بتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو۔ اور صرف نرمی سے سمجھاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مشتعل ہو کر خدا کو گالیاں نکالیں۔ اور اُن گالیوں کے تم باعث ٹھیر جاؤ۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے۔ جو اسلام کے اس عظیم الشان نبی کو گالیاں دیتے اور توہین کے الفاظ سے اس کو یاد کرتے اور وحشیانہ طریقوں سے اس کی عزت اور چال چلن پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ بزرگ نبی جس کا نام لینے سے اسلام کے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اُترتے ہیں۔ اور اُس کے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تئیں اس کے ادنےٰ غلاموں سے شمار کرتے ہیں۔ کیا یہ عزت خدا کی طرف سے نہیں۔ خدا داد عزت کے مقابل پر تحقیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو خُدا سے لڑنا چاہتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہ برگزیدہ رسول ہیں۔ جن کی تائید اور عزت ظاہر کرنے کے لئے خدا نے دُنیا کو بڑے بڑے نمونے دکھائے ہیں۔ کیا یہ خُدا کے ہاتھ کا کام نہیں۔ جس میں بیس۲۰ کروڑ انسانوں کا محمدیؐ درگاہ پر سر جُھکا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک نبی اپنی نبوت کی سچائی کے لئے کچھ ثبوت رکھتا تھا۔ لیکن جس قدر ثبوت آنجناب کی نبوت کے بارے میں جو آج تک ظاہر ہو رہے ہیں۔ اُن کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی ۔

آپ لوگ اِس دلیل کو نہیں سمجھ سکتے! کہ جب زمین گناہ اور پاپ سے پلید ہو جاتی ہے۔ اور خُدا کے ترازو میں بدکاریاں اور بدچلنیاں اور بےباکیاں نیک کاموں سے بہت بڑھ جاتی ہیں۔ تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایسے وقت میں کسی اپنے بندے کو بھیج کر زمین کے فسادوں کی اصلاح کی جائے۔

۲۲۳

بیماری طبیب کو چاہتی ہے۔ اور آپ لوگ اس بات کے سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ استعداد رکھتے ہیں۔ کیوں کہ جیساکہ بقول آپ صاحبوں کے وید ایسے وقت میں نہیں آیا۔ جب کہ گناہ کا طوفان برپا تھا۔ بلکہ ایسے وقت آیا جب کہ زمین پر گناہ کا کوئی سیلاب نہ تھا۔ تو کیا آپ صاحبوں کی نظر میں یہ بات قیاس سے دُور ہے کہ ایسے وقت میں کوئی نبی ظاہر ہو۔ جب کہ گنا کا تُند سیلاب ہر ایک مُلک میں اپنی تیز رفتار کے ساتھ جاری ہو۔ ۳۴

مَیں نہیں اُمید رکھتا۔ کہ آپ لوگ اس تاریخی واقعہ سے بے خبر ہوں گے۔ کہ جب ہمارے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسندِ رسالت کو اپنے وجود سے عزت دی تو وُہ زمانہ ایک ایسا تاریک زمانہ تھا۔ کہ کوئی پہلو دُنیا کی آبادی کا بدچلنی اور بدعقیدگی سے خالی نہ تھا۔ اور جیساکہ پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں اس ملک آریہ ورت میں بھی بُت پرستی نے خدا پرستی کی جگہ لے لی تھی۔ اور ویدک مذہب میں بہت سا بگاڑ ہوگیا تھا۔

ایسا ہی پادری فنڈل صاحب مصنّف میزان الحق جو عیسائی مذہب کا سخت حامی ایک یورپین انگریز ہے۔ وُہ اپنی کتاب میزان الحق میں لکھتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے وقت میں سب قوموں سے زیادہ بگڑی ہوئی عیسائی قوم تھی۔ اور اُن کی بدچلنیاں عیسائی مذہب کی عار اور ننگ کا موجب تھیں۔ اور خود قرآن شریف بھی اپنے نزول کی ضرورت کے لئے یہ آیت پیش کرتا ہے:۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ[1] یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی قوم خواہ وحشیانہ حالت رکھتی ہیں۔ اور خواہ عقلمندی کا دعوےٰ کرتی ہیں۔ فساد سے خالی نہیں۔ ۳۵

اب جب کہ تمام شہادتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم

[1] الروم: ۴۲

کے زمانہ کے لوگ کیا مشرقی اور کیا مغربی اور کیا آریہ ورت کے رہنے والے اور کیا عرب کے ریگستان کے باشندے اور کیا جزیروں میں اپنی سکونت رکھنے والے سب کے سب بگڑ گئے تھے۔ اور ایک بھی نہیں تھا جس کا خدا کے ساتھ تعلق صاف ہو۔ اور بدعملیوں نے زمین کو ناپاک کر دیا تھا۔ تو کیا ایک عقلمند کو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی۔ کہ یہ وُہی وقت اور وُہی زمانہ تھا جس کی نسبت عقل تجویز کرسکتی ہے۔ کہ ایسے تاریک زمانہ میں ضرور کوئی عظیم الشان نبی آنا چاہیئے تھا ٭

رہا یہ سوال کہ اس نبی نے دنیا میں آکر کیا اصلاح کی۔ اس سوال کا جواب جیسا کہ ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے بارے میں دے سکتا ہے۔ مَیں زور سے کہتا ہوں۔ کہ ایسا صاف اور مدلّل جواب نہ کوئی عیسائی دے سکتا ہے اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی آریہ ٭

پہلا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب کی اصلاح تھی۔ اور عرب کا ملک اُس زمانہ میں ایسی حالت میں تھا کہ بمشکل کہہ سکتے ہیں کہ وُہ انسان تھے۔ کونسی بدی تھی جو اُن میں نہ تھی۔ اور کونسا شرک تھا جو اُن میں رائج نہ تھا۔ چوری کرنا ڈاکہ مارنا اُن کا کام تھا۔ اور ناحق کا خُون کرنا اُن کے نزدیک ایک ایسا معمولی کام تھا جیسا کہ ایک چیونٹی کو پَیروں کے نیچے کُچل دیا جائے۔ بچّوں کو قتل کرکے اُن کا مال کھا لیتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ بگور کرتے تھے۔ زناکاری کے ساتھ فخر کرتے اور علانیہ اپنے قصیدوں میں اُن گندی باتوں کا ذکر کرتے تھے۔ شراب خواری اس قوم میں اس کثرت سے تھی۔ کہ کوئی گھر بھی شراب سے خالی نہ تھا۔ اور قمار بازی میں سب ملکوں سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حیوانوں کی عار تھی اور سانپوں اور بھیڑیوں کی ننگ ٭

پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کے لئے کھڑے ہُوئے اور اپنی باطنی توجّہ سے اُن کے دِلوں کو صاف کرنا چاہا۔ تو اُن میں تھوڑے ہی دِنوں

ص ۳۶

ہیں ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی۔ کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے۔ اور پھر انسان سے مہذّب انسان۔ اور مہذّب انسان سے با خدا انسان۔ اور آخر خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے محو ہوگئے۔ کہ انہوں نے ایک بے حِس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع اقسام کی تکالیف سے عذاب دئے گئے۔ اور سخت بے دردی سے تازیانوں سے مارے گئے۔ اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے۔ اور قید کئے گئے۔ اور بھوکے پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے۔ مگر انہوں نے ہر ایک مصیبت کے وقت آگے قدم رکھا۔ اور بہتیرے ان میں ایسے تھے کہ اُن کے سامنے اُن کے بچّے قتل کئے گئے۔ اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچّوں کے سامنے وہ سُولی دیئے گئے۔ اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں۔ اس کا تصوّر کرکے رونا آتا ہے۔ اگر اُن کے دِلوں پر یہ خدا کا تصرّف اور اُس کے نبی کی توجّہ کا اثر نہ تھا۔ تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا۔ اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کرکے اُن کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی۔ کہ جو بیکس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکّہ کی گلیوں میں اکیلا اور تنہا پھرتا تھا۔ آخر کوئی رُوحانی طاقت تھی جو اُن کو سفلی مقام سے اُٹھا کر اُوپر کو لے گئی۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ اکثر اُنکے اُن کی کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن اور آنجناب کے خُون کے پیاسے تھے۔ پس مَیں تو اِس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں سمجھتا۔ کہ کیونکر ایک غریب مفلس تنہا بیکس نے ان کے دِلوں کو ہر یک کینہ سے پاک کرکے اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت میں حاضر ہوگئے ⁂

بعض ناسمجھ جو اسلام پر جہاد کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ جبرًا تلوار سے مسلمان کئے گئے تھے۔ افسوس ہزار افسوس کہ وہ اپنی بے انصافی

اور حق پوشی میں حد سے گذر گئے ہیں۔ ہائے افسوس ان کو کیا ہو گیا کہ وُہ عمداً صحیح واقعات سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم عرب کے ملک میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے ظہور فرما نہیں ہُوئے تھے۔ تا یہ گمان کیا جاتا۔ کہ چُونکہ وُہ بادشاہی جبروت اور شوکت اپنے ساتھ رکھتے تھے اسلئے لوگ جان بچانے کے لئے اُن کے جھنڈے کے نیچے آگئے تھے ؎

پس سوال تو یہ ہے کہ جب کہ آپ کے لئے اپنی غریبی اور مسکینی اور تنہائی کی حالت میں خدا کی توحید اور اپنی نبوّت کے بارے میں منادی شروع کی تھی تو اُسوقت کس تلوار کے خوف سے لوگ آپؐ پر ایمان لے آئے تھے۔ اور اگر ایمان نہیں لائے تھے تو پھر جبر کرنے کے لئے کس بادشاہ سے کوئی لشکر مانگا گیا تھا۔ اور مدد طلب کی گئی تھی۔ اے حق کے طالبو! تم یقیناً سمجھو کہ یہ سب باتیں اُن لوگوں کی افتراء ہیں۔ جو اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ تاریخ کو دیکھو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا۔ اور ماں صرف چند ماہ کا بچّہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔ تب وُہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا۔ بغیر کسی کے سہارے کے خُدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا۔ اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایّام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں۔ اور بجز خدا کے کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس برس تک پہنچ کر بھی کسی چچانے بھی آپ کو اپنی لڑکی نہ دی۔ کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا۔ آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہو سکیں۔ اور نیز محض اُمّی تھے۔ اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب آپؐ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو یک دفعہ آپ کا دِل خدا کی طرف کھینچا گیا۔ ایک غار مکّہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ جس کا نام حرا ہے۔ آپ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے۔ اور اپنے خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اُسی غار میں آپ

ص۴۹۰

پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے۔ تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا۔ اور آپ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور زمین گناہ سے آلودہ ہوگئی ہے۔ اسلئے میں تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجتا ہوں۔ اب تو اور لوگوں کو متنبہ کر کہ وہ عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اس حکم کے سننے سے آپ ڈرے کہ میں ایک اُمّی یعنی ناخواندہ آدمی ہوں۔ اور عرض کیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب خدا نے آپ کے سینہ میں تمام رُوحانی علوم بھر دیئے۔ اور آپ کے دِل کو روشن کیا تھا۔ آپ کی قوّت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپ کے حلقۂ اطاعت میں آنے شروع ہو گئے۔ اور جو بڑے بڑے آدمی تھے۔ انہوں نے دشمنی پر کمر باندھ لی۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ کو قتل کرنا چاہا۔ اور کئی مرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جس کو خدا بچاوے، اُس کو کون مارے۔ خدا نے آپ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپ اس شہر سے نکل جاؤ۔ اور میں ہر قدم میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ پس آپ شہر مکّہ سے ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر نکل آئے۔ اور تین رات تک غار ثور میں چھپے رہے۔ دشمنوں نے تعاقب کیا۔ اور ایک سُراغرسان کو لیکر غار تک پہنچے۔ اُس شخص نے غار تک قدم کا نشان پہنچا دیا۔ اور کہا کہ اس غار میں تلاش کرو۔ اس کے آگے قدم نہیں۔ اور اگر اس کے آگے گیا ہے۔ تو پھر آسمان پر چڑھ گیا ہوگا۔ مگر خدا کی قدرت کے عجائبات کی کون حد بست کر سکتا ہے۔ خدا نے ایک ہی رات میں یہ قدرت نمائی کی۔ کہ عنکبوت نے اپنی جالی سے غار کا تمام مُنہ بند کر دیا۔ اور ایک کبوتری نے غار کے مُنہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دیدیئے۔ اور جب سُراغرسان نے لوگوں کو غار کے اندر جانے کی ترغیب دی۔ تو ایک بڈھا آدمی بولا۔ کہ یہ سُراغرسان تو پاگل ہو گیا

صفحہ ۴۷

ہے۔ مَیں تو اِس جالی کو غار کے مُنہ پر اُس زمانہ سے دیکھ رہا ہُوں۔ جب کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی پیدا ہی نہیں ہُوا تھا۔ اس بات کو سُن کر سب لوگ منتشر ہو گئے۔ اور غار کا خیال چھوڑ دیا ؂

اِس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پوشیدہ طور پر مدینہ میں پہنچے۔ اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کر لیا۔ اس پر مکّہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا۔ کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور پھر کیا تھا۔ دن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور کچھ تھوڑا گروہ مکّہ والوں کا کہ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لایا تھا۔ وُہ بھی مکّہ سے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے۔ بعض نے حبشہ کے بادشاہ کی پناہ لے لی تھی۔ اور بعض مکّہ میں ہی رہے۔ کیوں کہ وُہ سفر کرنے کے لئے زادِ راہ نہیں رکھتے تھے۔ اور وُہ بہت دُکھ دیئے گئے۔ قرآن شریف میں اُن کا ذِکر ہے۔ کہ کیوں کر وُہ دِن رات فریاد کرتے تھے ؂ ص۴۱

اور جب کفّار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا۔ اور انہوں نے غریب عورتوں اور یتیم بچّوں کو قتل کرنا شروع کیا اور بعض عورتوں کو ایسی بے دردی سے مارا کہ اُن کی دونوں ٹانگیں دو رسّوں سے باندھ کر دو اُونٹوں کے ساتھ وُہ رسّے خُوب جکڑ دیئے۔ اور پھر اُن اُونٹوں کو دو مختلف جہات میں دَوڑایا۔ اور اِس طرح پہ وُہ عورتیں دو ٹکڑے ہو کر مر گئیں ؂

جب بے رحم کافروں کا ظلم اِس حد تک پہنچ گیا۔ خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ اپنے رسول پر اپنی وحی نازل کی۔ کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہنچ گئی۔ آج مَیں اجازت دیتا ہوں۔ کہ تم بھی اُن کا مقابلہ کرو۔ اور یاد رکھو۔ کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اُٹھاتے ہیں۔ وُہ تلوار سے ہی ہلاک کئے جائیں گے۔ ص۴۲

مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ ہے حقیقت اسلام کے جہاد کی۔ جس کو نہایت ظلم سے بُرے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیشک خدا حلیم ہے۔ مگر جب کسی قوم کی شرارت حد سے گذر جاتی ہے۔ تو وہ ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ اور آپ اُن کے لئے تباہی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ مَیں نہیں جانتا۔ کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ[1] یعنی دین اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا۔ اور جبر کے کونسے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں۔ اُن کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے۔ کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے دیں۔ اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کے لئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں۔ اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مُہریں کر دیں۔ اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اُٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلاویں۔ اور پھر ہر یک قسم کی صعوبت اُٹھا کر چین تک پہنچیں نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر۔ اور اس ملک میں پہنچ کر دعوتِ اسلام کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے بابرکت وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں۔ اور بہت سے حصہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز پہنچا دیں۔ تم ایماناً کہو۔ کہ کیا یہ کام اُن لوگوں کا ہے جو جبراً مسلمان کئے جاتے ہیں۔ جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے؟

ص۴۴

[1] البقرہ: ۲۵۷

نہیں بلکہ یہ اُن لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دِلوں میں سَدا ہی خدا ہوتا ہے؛

پھر ہم اس طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے۔ واضح ہو کہ اسلام کا بڑا بھاری مقصد خدا کی توحید اور جلال زمین پر قائم کرنا۔ اور شرک کا بکلّی استیصال کرنا۔ اور تمام متفرّق فرقوں کو ایک کلمہ پر قائم کرکے اُن کو ایک قوم بنا دینا ہے۔ اور پہلے مذاہب جس قدر دُنیا میں گذرے ہیں۔ اور جس قدر نبی اور رسول آئے ہیں۔ اُن کی نظر صرف اپنی قوم اور اپنے ملک تک محدود تھی۔ اور اگر انہوں نے کچھ اخلاق بھی سکھلائے تھے۔ تو اس اخلاقی تعلیم سے اُن کا مقصد اس سے زیادہ نہ تھا۔ کہ اپنی ہی قوم کو اُن کے اخلاق سے بہرہ یاب کریں۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ نے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ میری تعلیم صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ اور جب ایک عورت نے جو اسرائیلی خاندان میں داخل نہ تھی۔ بڑی عاجزی سے اُن سے ہدایت چاہی۔ تو اُنہوں نے اُس کو ردّ کیا۔ اور پھر وُہ غریب عورت کُتیا سے اپنے تئیں مشابہت دے کر دوبارہ ہدایت کی مُستدعی ہُوئی۔ تو وُہی جواب اُس کو مِلا۔ کہ مَیں صرف اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ آخر وہ چُپ رہ گئی۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں کہا کہ مَیں صرف عرب کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ بلکہ قرآن شریف میں یہ ہے:۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا[1]۔ یعنی لوگوں سے کہہ دے کہ مَیں تمام دُنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ مگر یاد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا اُس عورت کو صاف جواب دینا۔ یہ ایسا امر نہیں ہے کہ اِس میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی گناہ تھا۔ بلکہ عام ہدایت کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم تھا۔ کہ تم خاص بنی اسرائیل کیلئے بھیجے گئے ہو۔

صفحہ ۴۴۲

[1] الاعراف: ۱۵۹

۴۵ اوروں سے انہیں کچھ غرض نہیں ۔ پس جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی اخلاقی تعلیم بھی محض یہودیوں تک محدود تھی۔ بات یہ تھی کہ توریت میں یہ احکام تھے کہ دانت کے بدلہ دانت اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک ۔ اور اس تعلیم سے صرف یہ غرض تھی کہ تا یہودیوں میں عدل کا مسئلہ قائم کیا جائے۔ اور تعدّی اور زیادتی سے روکا جائے۔ چونکہ بباعث اس کے کہ وُہ چارسو برس تک غلامی میں رہ چکے تھے۔ ان میں ظلم اور سفلہ پن کی خصلتیں بہت پیدا ہو گئی تھیں۔ پس خدا کی حکمت نے یہ تقاضا کیا۔ کہ جیسا کہ انتقام اور بدلہ لینے میں اُن کی فطرتوں میں ایک تشدّد تھا۔ اس کے دُور کرنے کے لئے ایک تشدّد کے ساتھ اخلاقی تعلیم پیش کی جائے۔ سو وُہ اخلاقی تعلیم انجیل ہے۔ جو صرف یہودیوں کے لئے ہے نہ تمام دُنیا کے لئے۔ کیونکہ دُوسری قوموں کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو کچھ بھی غرض نہ تھی۔

مگر واقعی بات یہ ہے کہ اس تعلیم میں جو حضرت عیسیٰؑ نے پیش کی۔ صرف یہی نقص نہیں کہ وُہ دنیا کی عام ہمدردی پر مبنی نہیں ۔ بلکہ ایک یہ بھی نقص ہے۔ کہ جیسا کہ توریت تشدّد و انتقام کی تعلیم میں افراط کی طرف مائل ہے۔ ایسا انجیل عفو اور درگذر کی تعلیم میں تفریط کی طرف جُھک گئی ہے۔ اور ان دونوں کتابوں نے انسانی درخت کی تمام شاخوں کا کچھ لحاظ نہیں کیا۔ بلکہ اس درخت کی ایک شاخ کو تو ۴۶ توریت پیش کرتی ہے۔ اور دُوسری شاخ انجیل کے ہاتھ میں ہے۔ اور دونوں تعلیمیں اعتدال سے گری ہُوئی ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہر وقت اور ہر موقعہ پر انتقام لینا اور سزا دینا قرینِ مصلحت نہیں ۔ ایسا ہی ہر وقت اور ہر موقعہ پر عفو اور درگذر کرنا انسانی تربیت کے مصالح سے بالکل مخالف ہے۔ اِسی وجہ سے قرآن شریف نے ان دونوں تعلیموں کو ردّ کر کے یہ فرمایا ہے :-

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ[1] یعنی بدی کا بدلہ اسی قدر بدی ہے جو کی جائے۔ جیساکہ توریت کی تعلیم ہے۔ مگر جو شخص عفو کرے۔ جیساکہ انجیل کی تعلیم ہے۔ تو اس صورت میں وہ عفو مستحسن اور جائز ہوگی۔ جب کہ کوئی نیک نتیجہ اس کا مرتّب ہو۔ اور جس کو معاف کیا گیا۔ کوئی اصلاح اس کی اس عفو سے متصوّر ہو۔ ورنہ قانون یہی ہے جو توریت میں مذکور ہے ؎

---

[1] الشوریٰ: ۴۱

ص۴

ذیل میں وہ متفرق یادداشتیں یجاتی ہیں جو حضرت اقدس نے اس مضمون کے متعلق لکھی تھیں اور مجھے آپ کے مسودات سے دستیاب ہوئیں۔

(کمال الدین)

آیات قرآن شریف جو اس مضمون میں انشاء اللہ لکھی جائینگی

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ[1] ص۵۶

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا ھِیَ وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ یُکَفِّرُ عَنْکُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِکُمْ[2]۔ اگر تم ظاہر کرو خیرات کو تو وہ اچھا ہے۔ اور اگر تم خیرات کو چھپاؤ۔ تو وہ بہت ہی اچھا ہے۔ ایسی خیرات تمہاری برائیاں دور کردے گی۔ ص۶۰

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ[3] ص۶۱

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ[4]۔ تاکہ اُن کا بھلا ہو۔ ص۳۷ سورۃ البقر الجزو ۲ چاہیئے کہ میرے حکموں کو قبول کریں۔ اور مجھ پر ایمان لاویں۔ تاکہ اُن کا بھلا ہو۔

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا[5] ص۴۱ الجزو سورۃ البقرۃ تم محبت سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ خدا کو یاد کرو۔

نوٹ:۔ یہ حوالجات صفحات غالباً اس قرآن مجید کے ہیں۔ جو حضور علیہ السلام کے پاس بوقت تحریر پیغام صلح تھا۔ (کمال الدین)

[1] البقرۃ: ۲۵۷ [2] البقرۃ: ۲۷۲ [3] البقرۃ: ۲۷۵ [4] البقرۃ: ۱۸۷ [5] البقرۃ: ۲۰۱

صہ ۴۸

جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۔[1] ص۴۲ ۔ الجزو ۲ البقرہ۔ بعض ایسے ہیں کہ اپنے نفسوں کو خدا کی راہ میں بیچ دیتے ہیں۔ تا کسی طرح وہ راضی ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔[2] ص۴۲ اے ایمان والو۔ خدا کی راہ میں اپنی گردن ڈال دو۔ اور شیطانی راہوں کو اختیار مت کرو۔ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اِس جگہ شیطان سے مُراد وُہی لوگ ہیں جو بدی کی تعلیم دیتے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ ۔[3] ص۴۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ[4] ص۵۸

قرآن شریف میں یہ خاص حکم ہے۔ کہ اس کی اخلاقی تعلیم تمام دُنیا کیلئے ہے۔ مگر انجیل کی اخلاقی تعلیم صرف یہود کے لئے ہے۔

صہ ۴۹

اِس بیان میں کہ قرآن شریف دُوسری اُمتوں کے نیکوں کی بھی تعریف کرتا ہے

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ۔ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔[5] ص۸۵

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ

[1] البقرۃ: ۲۰۸ [2] البقرۃ: ۲۰۹ [3] البقرۃ: ۲۲۵ [4] البقرۃ: ۲۶۵ [5] آل عمران: ۱۱۴-۱۱۵

اَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ـ هٰاَنْتُمْ اُولَاۤءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ [1] ص ۸۲

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَاۤءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا [2] ص ۱۱۴

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا [3] ـ ص ۱۱۵

ص ۵ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہودی اور مسلمان میں اس کے متعلق ہے۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقِيْتًا [4] ـ سورۃ النساء الجزء ۵ ص ۔ اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ؎

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا [5] ـ سورۃ النساء ص ۱۲۴ الجزء ۵

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا [6] (الجزء ۵ نساء)

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا [7] ص ۱۳۰ الجزء ۵ سورۃ النساء رکوع ۱۸

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ [8] ص ۱۳۰ رکوع ۱۹ سورۃ النساء

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۤءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ [9] ـ الجزء ۵ سورۃ النساء ص ۱۳۶

[1] آل عمران: ۱۱۹-۱۲۰ [2] النساء: ۵۰ [3] النساء: ۵۹ [4] النساء: ۸۶ [5] النساء: ۹۴
[6] النساء: ۹۵ [7] النساء: ۱۲۶ [8] النساء: ۱۲۹ [9] النساء: ۱۳۶

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا۔ ص۱۳۲ [1]

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا . . . . وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔[2] ص۲۷ سورۃ البقرہ۔ ص۱۱

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا ھُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۔[3] ص۲۷ سورۃ البقرہ۔

اگر وہ ایسا لائیں۔ جیساکہ تم ایمان لائے۔ تو وہ ہدایت پاچکے۔ اور اگر ایسا ایمان نہ لاویں تو پھر وہ ایسی قوم ہے کہ جو مخالفت چھوڑنا نہیں چاہتی اور صلح کی خواہاں نہیں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۔[4] ص۱۳۷ سورۃ النساء الجزء ۶

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۔ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۔ ص۱۳۵ سورۃ النساء[5]

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ ص۱۳۳ [6]

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۔ ص۱۳۵ [7]

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ ص۵۲

[1] النساء: ۱۳۷ [2] البقرۃ: ۱۳۷ [3] البقرۃ: ۱۳۸ [4] النساء: ۱۶۶ [5] النساء: ۱۵۱-۱۵۲
[6] النساء: ۱۴۱ [7] النساء: ۱۴۸

اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ۔ ص۱۲۹ سورۃ النساء الجزو ۶ [۱]

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ ۔ ص۱۴۱ [۲]

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ [۳] ص۱۴۲ سورۃ المائدہ الجزو ۶

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی [۴] یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ [۵] (ص۱۶۱ المائدہ)

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ [۶]

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ ص۱۹۹ ۔ [۷] الجزو ۸

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا ۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا [۸] ... مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی [۹] (ص۲۰۸)

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا ؕ کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ [۱۰] ص۲۰۹ سورۃ الاعراف

ص۵۳

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ [۱۱] ۔ سورۃ الاعراف ص۲۱۵

[۱] النساء: ۱۷۲ [۲] المائدۃ: ۴ [۳] المائدۃ: ۹ [۴] النحل: ۹۱ [۵] المائدۃ: ۹۱ [۶] آل عمران: ۳۲ [۷] الانعام: ۱۶۳ [۸] الشمس: ۱۰-۱۱ [۹] بنی اسرائیل: ۷۳ [۱۰] الاعراف: ۵۸-۵۹ [۱۱] الاعراف: ۹۵

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر ہم نے اُن کو انکار کی حالت میں قحط اور وبا کے ساتھ پکڑا۔ تا اِس طرح پر وُہ عاجزی کریں ؂

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ ص۲۱۵ سورۃ الاعراف الجزء ۹ ؂ [1]

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [2] ص۲۱۵ الاعراف ؂

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ۔ [3] ص۲۱۵ ؂

ص۵۴

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ [4] ص۲۲۵ الاعراف۔ الجزء ۹۔ یعنی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلافِ عقل نہیں ہیں۔ اور اُن باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے۔ اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے۔ اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے۔ اور قوموں کے سر پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جس کے نیچے وُہ دبی ہوئی تھیں۔ اور ان گردنوں کی طوقوں سے وُہ رہائی بخشتا ہے جس کی وجہ سے گردنیں سیدھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس جو لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔ اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے۔ اور اس کی مدد کریں گے۔ اور اس نور کی پیروی کریں گے۔ جو اس کے ساتھ اُتارا گیا۔ وُہ دُنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات پائیں گے ؂

[1] الاعراف: ۹۶ [2] الاعراف: ۹۷ [3] الاعراف: ۹۸-۹۹ [4] الاعراف: ۱۵۸

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔[1] ص۲۲۵ الاعراف الجزو ۹ ٭

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ط اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ o[2] ص۲۲۸۔ اور جو لوگ محکم پکڑتے ہیں کتاب کو اور نماز کو قائم کرتے ہیں اُن کے ہم اجر ضائع نہیں کرتے ٭

۵۵ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی[3] ص۲۲۹ رُوحوں کے قویٰ جن میں خدا تعالےٰ کا حق پیدا ہوا ہے بزبان حال گواہی دے رہے ہیں جو وہ خدا کے ہاتھ سے نکلے ہیں۔

پس اگر یہ سوال پیش ہو۔ کہ ہم کس طرح قرآن شریف پر ایمان لاویں۔ کیونکہ دونوں تعلیموں میں تناقض درمیان ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ کوئی تناقض نہیں۔ ویدکی شرتیوں کی ہزارہا طور پر تفسیریں کی گئی ہیں۔ اور منجملہ ان کے ایک تفسیر وہ بھی ہے۔ جو قرآن کے مطابق ہے ٭

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔[4] ص۲۳۹ سورۃ الانفال الجزو ۹۔ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[5] (ترجمہ) اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ تو تم میں اور تمہارے غیر میں خدا ایک فرق رکھ دے گا اور تمہیں پاک کریگا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تمہارا خدا صاحبِ فضل بزرگ ہے ٭

اور اگر صلح کے وقت دل میں دغا پر ہیں۔ تو اس دغا کے تدارک کے لئے خدا تجھے کافی ہے ٭

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ وَ ھَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ

جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا۔ وہ ایک حق الامر کے بارے میں ایسا مقابلہ سے پیش آتا ہے کہ گویا اُس کو موت کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ اور وہ اپنی جان بچا رہا ہے ٭

---

[1] الاعراف: ۱۵۹ [2] الاعراف: ۱۷۱ [3] الاعراف: ۱۷۳ [4] الانفال: ۳۰
[5] الانفال: ۳۵

وَهُمْ بَدَءُوكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔[1] سورۃ التوبہ الجزو ۱۰ ؎

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ۔ صـ ۲۵۲ سورۃ التوبہ الجزو ۱۰ ؎[2]

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ[3] صـ ۲۶۸ التوبہ ۱۰ ؎

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[4]

صـ ۵۷

یادداشت - دین مذہب صرف زبانی قصّہ نہیں۔ بلکہ جس طرح سونا اپنی علامتوں سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سچّی ہدایت کا پابند اپنی روشنی سے ظاہر ہوجاتا ہے ؎

خدا ہلاک کرتا ہے اس شخص کو جو دلیل کے ساتھ ہلاک ہوچکا۔ اور زندہ رکھتا ہے اُس شخص کو جو دلیل کے ساتھ زندہ ہے ؎

صـ ۵۶

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔[5] صـ ۲۴۴ سورۃ الانفال ۔ اور اگر مخالف لوگ صلح کے واسطے جھکیں۔ تو تم بھی جھک جاؤ۔ اور خدا پر توکّل کرو ؎

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِىْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ۔[6] صـ ۲۴۴ سورۃ الانفال ؎

[1] التوبۃ : ۱۳ [2] التوبۃ : ۲۴ [3] التوبۃ : ۱۰۳ [4] التوبۃ : ۱۱۲
[5] الانفال : ۶۲ [6] الانفال : ۶۳

وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔[۱] مـ۱۷۲ التوبہ الجزو ۱۱۔
(ترجمہ) وُہ لوگ خوش وقت ہیں۔ جو سب کچھ چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور خدا کی پرستش میں مشغول ہوتے ہیں اور خدا کی تعریف میں لگے رہتے ہیں اور خدا کی راہ کی منادی کے لئے دُنیا میں پھرتے ہیں اور خدا کے آگے جُھکتے رہتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں وُہی مومن ہیں۔ جن کو نجات کی خوشخبری دی گئی ہے۔ مـ۲۷۸
خدا نے اپنے قانون قدرت میں مصائب کو پانچ قسم پر منقسم کیا ہے۔ یعنی آثار مصیبت کے جو خوف دلاتے ہیں۔ اور پھر مصیبت کے اندر قدم رکھنا۔ اور پھر ایسی حالت حالت جب [۲] ــــــــ پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر زمانہ تاریک مصیبت کا۔ اور پھر صبح رحمت الٰہی کی۔ یہ پانچ وقت ہیں جن کے نمونہ پانچ نمازیں ہیں ٭

مـ۵۸ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [۲]

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ [۳] ٭

ذیل میں چند اعتراضات اور چند حقائق درج کئے جاتے ہیں۔ جو حضور علیہ السلام کی یادداشتوں میں جو پیغام صلح کے متعلق آپ نے لکھی ہُوئی تھیں مجھے ملے۔ ان اعتراضات کو ردّ کرنے کا اور اُن حقائق پر بموجب تعلیم قرآن روشنی ڈالنے کا آپ کا ارادہ تھا۔ ایسا ہی بعض امور بُدھ کی ایک کتاب سے لئے معلوم ہوتے ہیں۔ جو اُن دِنوں آپ کے زیر مطالعہ تھی۔ جس کے متعلق آپ کچھ لکھنا چاہتے تھے ٭ (کمال الدین)

(۱) جتنی الہامی کتابیں ہیں اُن میں کونسی ایسی نئی بات ہے جو پہلے معلوم نہ تھی۔

---

۲ نوٹ:۔ پڑھا نہیں گیا۔ کمال الدین ٭

[۱] التوبۃ: ۱۱۲ [۲] الصف: ۳-۴ [۳] الانعام: ۲۲

(۲) کس ایسی سائنس کے عقدہ کو نبیوں نے حل کیا جو پہلے لاینحل تھا۔
(۳) نبیوں نے رُوح کی کیفیت و ماہیت کچھ نہیں بتلائی۔ اور نہ آئندہ زندگی کا کچھ حال بتلایا۔ نہ خدا کا ہی مفصّل حال بیان کر سکے۔ لیکن انبیاء نے بیان کیا ہے کہ نیند کے اور اسباب تھے۔ فن طبعی میں نیند کو اسباب طبعیہ میں لکھا ہے۔
(۴) سابقہ مغالطوں کو رفع نہیں کیا۔ اور نہ پیچیدہ مسائل کو سلجھایا۔ بلکہ اور بھی اُلجھن میں ڈال دیا۔
(۵) بُدھ کی اخلاقی تعلیم سب سے اعلیٰ ہے۔
(۶) جس چیز سے انسان پیار کرتا ہے اس سے اگر جُدا کیا جائے۔ تو یہی اس کیلئے ایک عذاب ہو جاتا ہے۔
(۷) اور جس چیز سے پیار کرے۔ اگر وُہ میسّر آجائے۔ تو یہی اُس کی راحت کا موجب ہو جاتا ہے۔ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ۔[۱]
(۸) خواہش کا نابود کرنا ذریعہ نجات ہے۔
(۹) دنیا میں کبھی علم صحیح سے نجات ملتی ہے۔ اور کبھی عمل صحیح سے نجات ملتی ہے۔ اور کبھی قولِ صحیح سے نجات ملتی ہے۔ اور کبھی فعل صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی بنی نوع سے معاملہ پاک موجب نجات ہو جاتا ہے اور کبھی خُدا سے معاملہ نیک دَرد و دُکھ چھوڑتا ہے۔ اور کبھی ایک درد دُوسری دردوں کیلئے کفارہ ہو جاتی ہے۔
(۱۰) سچ کہو جُھوٹ نہ بولو۔ بیہودہ باتوں سے پرہیز کرو۔ اور اپنے فعل یا اپنے قول سے کسی کو نقصان مت پہنچاؤ۔ اپنی زندگی کو پاک رکھو۔ غیبت نہ کرو۔ اور کسی پر بہتان مت لگاؤ۔ نفسانی شہوات اپنے پر غالب نہ ہونے دو۔ کینہ اور حسد سے پرہیز کرو۔ بغض سے اپنا دل صاف رکھو۔ اپنے دشمن سے بھی وہ معاملہ نہ کرو۔ جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ ایسی نصیحتیں دُوسروں کو

[۱] سبا : ۵۵

مت کرو۔ جن کے تم خود پابند نہیں۔ معرفت کی ترقی میں لگے رہو۔ جہل سے
دِل کو پاک کرو۔ جلدی سے کسی پر اعتراض مت کرو۔
نفرت کرنے سے نفرت رفع نہیں ہوتی۔ بلکہ اور بھی بڑھتی ہے۔ محبت نفرت کو ٹھنڈا کر کے رفع کر دیتی ہے۔
لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاۤؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ[1]
یعنی دِلوں کی پاکیزگی سچی قربانی ہے۔ گوشت اور خون سچی قربانی نہیں۔ جس جگہ عام لوگ جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ خاص لوگ دلوں کو ذبح کرتے ہیں۔
مگر خدا نے یہ قربانیاں بھی بند نہیں کیں۔ تا معلوم ہو کہ ان کی قربانیوں کا بھی انسان سے تعلق ہے۔
خدا نے بہشت کی خوبیاں اس پیرایہ میں بیان کی ہیں جو عرب کے لوگوں کو چیزیں دلپسند تھیں وُہی بیان کر دی ہیں۔ تا اس طرح اُن کے دِل اس طرف مائل ہو جائیں۔ اور دراصل وُہ چیزیں اور ہیں یہی چیزیں نہیں۔ مگر ضرور تھا کہ ایسا بیان کیا جاتا۔ تا کہ دِل مائل کئے جائیں۔ مَثَلُ الْجَنَّۃِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ[2]۔
وُہ جو اپنی نفسانی خواہشات کے پُورا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ وُہ سراسر اپنی بیخکنی کرتا ہے لیکن وُہ جو سچے راستہ پر چلتا ہے۔ اُس کا نہ صرف بدن بلکہ رُوح بھی نجات کو پہنچے گی۔
وُہ جو اپنی نفسانی خواہشات کے پُورا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ وُہ سراسر اپنی بیخکنی کرتا ہے۔ اور نہ صرف جسم کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کرتا ہے۔ مگر وُہ جو راہِ راست پر چلتا ہے اور نفسانی جذبات کا پیرو نہیں ہوتا۔ وُہ نہ صرف اپنے جسم کو ہلاکت سے بچاتا ہے۔ بلکہ اپنی رُوح کو بھی نجات تک پہنچا دیتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا[3]۔
ایک گاؤں میں سو گھر تھے۔ اور صرف ایک گھر میں چراغ جلتا تھا۔ تب جب

[1] الحج: ۳۸ [2] محمد: ۱۶ [3] الشمس: ۱۰-۱۱

لوگوں کو معلوم ہوا۔ تو وہ اپنے اپنے چراغ لے کر آئے۔ اور سب نے اُس چراغ سے اپنے چراغ روشن کئے۔ اِسی طرح ایک روشنی سے کثرت ہو سکتی ہے۔ اِسی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ کر کے فرماتا ہے:۔ وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ؕ [1]

ص۱۱۱

انسان تو اپنی جان کا بھی مالک نہیں چہ جائیکہ وہ دولت کا مالک ہو۔ ایک چمچہ شربت کا مزہ نہیں پا سکتا۔ اگرچہ کئی بار اس میں پڑتا ہے۔ شیرینی ہاتھوں کے ذریعہ سے مُنہ تک پہنچتی ہے۔ لیکن ہاتھ شیرینی کا مزہ نہیں پا سکتے۔ اِسی طرح جس کو خدا نے حواس نہیں دیئے۔ وہ ذریعہ بن کر بھی کچھ فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ [2]۔ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ؕ [3]

ایک بڑی لذّت چھوٹی لذّت سے غنی کر دیتی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [4] وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ [5]

(۱) ایمان بیج ہے۔ (۲) نیک کام مینہ ہے۔ (۳) مجاہدات ہل ہیں جو جسمانی اور ظاہری طور پر کئے جاتے ہیں۔ نفس مرتاض بیل ہے۔ جو نفس لوّامہ سے ہے۔ شریعت اس کے چلانے کے لئے ڈنڈا ہے۔ اور وہ اناج جو اس سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ دائمی زندگی ہے ؕ

ذات سے خارج وہ ہوتا ہے۔ جو نیک صفات سے خالی ہو۔ کیونکہ انسان کی نیک صفات ہی اُس کی ذات ہے۔ اپنے دِل کے جذبات کو سمجھنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ وہ جن چیزوں میں اپنی خوشحالی دیکھتے ہیں۔ درحقیقت وہ خوشحالی کا موجب نہیں ہوتیں ؕ

جو شخص بدی کے مقابل پر بدی نہیں کرتا اور معاف کرتا ہے۔ وہ بلاشبہ تعریف کے لائق ہے۔ مگر اس سے زیادہ وہ شخص تعریف کے لائق ہے۔ جو

[1] الاحزاب: ۴۷ [2] الانعام: ۱۲۵ [3] البقرۃ: ۱۹ [4] الرعد: ۲۹ [5] العنکبوت: ۴۶

عفو یا انتقام کا مقید نہیں۔ بلکہ خُدا کی طرف سے ہو کر مناسب وقت کام کرتا ہے۔ کیونکہ خُدا بھی ہر ایک کے مناسب حال کام کرتا ہے۔ جو سزا کے لائق ہے۔ اُس کو سزا دیتا ہے۔ جو معافی کے لائق ہے۔ اس کو معافی دیتا ہے۔ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ[1]

دُنیا میں دو فرقے بہت ہیں۔ ایک تو وُہ جو عدل کو پسند کرتے ہیں۔ اور دُوسرے وُہ جو احسان کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں۔ اور تیسرا فرقہ وُہ ہے جو سچّی ہمدردی اِس قدر اُن پر غالب آجاتی ہے کہ وہ عدل اور احسان کا پابند نہیں رہتا۔ بلکہ سچّی ہمدردی کی رہنمائی سے مناسب وقت عمل کرتا ہے۔ جیساکہ ماں اپنے بچّے کے ساتھ سلوک کرتی ہے۔ کہ شیریں اور لذیذ غذائیں بھی اُس کو اور پھر مناسب وقت پر تلخ ادویّہ بھی دیتی ہے۔ اور دونوں حالتوں میں اُس کی ٭

میرے بیان میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہوگا۔ جوکہ گورنمنٹ انگریزی کے برخلاف ہو۔ اور ہم اس گورنمنٹ کے شکر گذار ہوں۔ کیونکہ ہم نے اس سے امن اور آرام پایا ہے۔ مَیں اپنے دعوے کی نسبت اِس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا کے انتخاب سے بھیجا گیا ہوں تا مَیں مغالطوں کو رفع کروں۔ اور پیچیدہ مسائل کو صاف کردوں اور اسلام کی روشنی دُوسری قوموں کو دِکھلاؤں۔ اور یاد رہے کہ جیساکہ ہمارے مخالف ایک مکروہ صُورت اسلام کی دِکھلا رہے ہیں۔ یہ صُورت اسلام کی نہیں ہے۔ بلکہ وُہ ایسا چمکتا ہوُا ہیرا ہے۔ جس کا ہر ایک گوشہ چمک رہا ہے۔ ایک بڑے محل میں بہت سے چراغ ہوں اور کوئی چراغ کسی دریچہ

٭ یہاں بھی عبارت چھُوٹی ہُوئی ہے۔ (مصحح)

[1] الشوریٰ: ۴۱

سے نظر آوے اور کوئی کسی کو نہ سے۔ یہی حال اسلام کا ہے کہ اس کی آسمانی روشنی صرف ایک ہی طرف سے نظر نہیں آتی۔ بلکہ ہر ایک طرف سے اس کے ابدی چراغ نمایاں ہیں۔ اس کی تعلیم بجائے خود ایک چراغ ہے۔ اور اس کے ساتھ جو خدا کی نصرت کے نشان ہیں۔ وہ ہر ایک نشان چراغ ہے۔ اور جو شخص اس کی سچائی کے اظہار کے لئے خدا کی طرف سے آتا ہے۔ وہ بھی ایک چراغ ہوتا ہے۔ میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گذرا ہے۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی تعلیم کو خواہ اُس کا عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ اور خواہ تدبیر منزلی اور سیاست مدنی کا حصہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو۔ قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پایا۔ اور یہ قول میرا اس لئے نہیں کہ میں ایک مسلمان شخص ہوں۔ بلکہ سچائی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں گواہی دوں۔ اور یہ میری گواہی بے وقت نہیں۔ بلکہ ایسے وقت میں جب کہ دنیا میں مذاہب کی کُشتی شروع ہے۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اِس کُشتی میں آخر اسلام کو فتح ہے۔ میں زمین کی باتیں نہیں کہتا۔ کیونکہ میں زمین سے نہیں ہوں۔ بلکہ میں وُہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے مُنہ میں ڈالا ہے۔ زمین کے لوگ خیال کرتے ہوں گے۔ کہ شاید انجام کار عیسائی مذہب دُنیا میں پھیل جائے یا بُدھ مذہب دُنیا پر حاوی ہوجائے۔ مگر وُہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ یاد رہے کہ زمین پر کوئی بات ظہور میں نہیں آتی۔ جب تک وُہ بات آسمان پر قرار نہ پائے۔ سو آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے۔ کہ آخر اسلام کا مذہب دِلوں کو فتح کریگا۔ اِس مذہبی جنگ میں مجھے حکم ہے کہ میں حکم کے طالبوں کو ڈراؤں۔ اور میری مثال اُس شخص کی ہے۔ کہ جو ایک خطرناک ڈاکوؤں کے گروہ کی خبر دیتا ہے۔ جو ایک گاؤں کی

ص۶۳

غفلت کی حالت میں اس پر ڈاکہ مارنا چاہتے ہیں۔ پس جو شخص اُس کی سُنتا ہے۔ وُہ اپنا مال اُن ڈاکوؤں کی دست بُرد سے بچالیتا ہے۔ اور جو نہیں سُنتا۔ وُہ غارت کیا جاتا ہے۔ ہمارے وقت میں دو قسم کے ڈاکو ہیں۔ کچھ تو باہر کی راہ سے آتے ہیں اور کچھ اندر کی راہ سے۔ اور وُہی مارا جاتا ہے۔ جو اپنے مال کو محفوظ جگہ میں نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں ایمانی مال کے بچانے کے لئے محفوظ جگہ یہ ہے کہ اِسلام کی خوبیوں کا علم ہو۔ اِسلام کی قوّتِ رُوحانی کا علم ہو۔ اسلام کے زندہ معجزات کا علم ہو۔ اور اُس شخص کا علم ہو۔ جو اِسلامی بھیڑوں کے لئے بطور گلہ بان مقرر کیا جائے۔ کیونکہ پُرانا بھیڑیا اب تک زندہ ہے۔ وُہ مرا نہیں ہے۔ وُہ جس بھیڑ کو اُس کے چرانے والے سے دُور دیکھے گا۔ وُہ ضرور اُس کو لے جائے گا ؂

اَے بندگانِ خُدا! آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ جب امساکِ باراں ہوتا ہے۔ اور ایک مُدّت تک مینہ نہیں برستا۔ تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ کُوئیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے ہاتھوں میں جوش پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح رُوحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے۔ یعنی خُدا کی وحی۔ وُہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس رُوحانی پانی کا محتاج تھا ؂

مَیں اپنے دعوے کی نسبت اِس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ جب کہ اس زمانہ میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا۔ اور نہ صرف تقویٰ طہارت کو چھوڑا۔ بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت

۶۴

عیسیٰؑ کے وقت میں تھے۔ سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خُدا نے میرا نام مسیح رکھ دِیا۔ نہ صرف یہ کہ مَیں اِس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بُلاتا ہوں۔ بلکہ خود زمانہ نے مجھے بُلایا ہے ؛

(نقل اشتہار جلسہ جس میں پیغام صلح کا مضمون پڑھے جانے کا اعلان کیا گیا)

ایک عظیم الشان جلسہ

بروز اتوار بتاریخ ۲۱ ماہ جون ۱۹۰۸ء

ٹھیک بوقت ۷ بجے صبح جسیمین پنجاب یونیورسٹی ہال متصل عجائب گھر میں وہ

پیغامِ صلح

پڑھا جاویگا

جو

اعلیحضرت والامناقب جناب مرزا غلام احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ نے اپنی زندگی کے آخری دو تین دنوں میں اس ملک سے نفاق اور پھوٹ کو دور کرنے کیلئے لکھا۔ اس مبارک پیغام کے مخاطب علی الخصوص ہندو معززین ملک ہیں۔

اہلِ ہند میں امن اور صلح کے خواہان ضرور تشریف لاویں۔

الداعی ــــــــــــــــ یہان

خان بہادر محمد شفیع بیرسٹرایٹ لاء۔ چوہدری نبی بخش بی۔اے وکیل چیف کورٹ پنجاب۔ میاں فضل حسین بی۔اے کیمبرج یونیورسٹی بیرسٹرایٹ لاء۔ شیخ گلاب دین وکیل چیفکورٹ پنجاب میاں محمد شاہنواز بی۔اے کیمبرج یونیورسٹی بیرسٹرایٹ لاء۔ (مولوی) احمد دین بی۔اے وکیل۔ شیخ فضل الٰہی بیرسٹرایٹ لاء۔ مرزا جلال الدین بیرسٹرایٹ لاء۔ شیخ محمد عبدالعزیز بی۔اے ایڈیٹر ابزرور لاہور۔ میاں عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء ۔